حضور صلی اللہ علیہ وسلم

امن وسلامتی کے پیغمبر

محمد حماد کریمی ندوی

مکتبۃ الحمد العلمیۃ، لکھنؤ

باہتمام

مجلس صحافت ونشریات، جامعہ ربانیہ مظفرپور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
امن وسلامتی کے پیغمبر

محمد حماد کریمی ندوی

ناشر
مکتبة الحمد العلمیة، لکھنؤ

باہتمام
مجلس صحافت ونشریات، جامعہ ربانیہ مظفر پور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

باراول

۱۴۳۴ھ - ۲۰۱۳ء

نام کتاب	:	حضور صلی اللہ علیہ وسلم امن وسلامتی کے پیغمبر
نام مصنف	:	محمد حماد کریمی ندوی
صفحات	:	۲۴
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	عامر کمپیوٹرس، شباب مارکیٹ، لکھنؤ
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ

طابع وناشر

مکتبة الحمد العلمية، لکھنؤ

باہتمام

مجلس صحافت ونشریات

جامعہ ربانیہ مظفر پور

مقدمہ

بسمہٖ تعالیٰ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین و بعد.

امن، امان، شانتی، سلامتی ایسے الفاظ ہیں جن کو ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ ہر فرد بشر کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے معانی سے وہ فائدہ اٹھائے، اور سکون وچین کی زندگی گزارے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی تو اس وقت یہ الفاظ اپنے معانی سے عاری ہو چکے تھے، الفاظ تو تھے لیکن معانی کا کہیں وجود نہیں تھا، اور لوگ اس کو ترستے تھے۔ اللہ نے انسانیت پر رحم فرمایا اور انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی رحمت ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اب کیا تھا جہاں جنگل کا راج تھا وہاں امن وامان کی فضا چھا گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف صلح وآشتی اور امن وشانتی کا آوازہ بلند ہونے لگا۔ اور دنیا صحیح طور پر ان الفاظ کے معانی سے آشنا ہوئی۔

اسلام کے لفظ ہی سے سلامتی ٹپکتی ہے اور ایمان کے مادہ ہی سے امن وامان رستا ہے۔ اسلام کی ہر تعلیم امن وسلامتی کی مظہر اور ہر مسلم آشتی اور شانتی کا پیامبر ہے۔ باوجود اس کے انتہائی حیرت انگیز بات ہے کہ دشمنان اسلام نے تعلیمات اسلام کو امن مخالف بلکہ دہشت گردی کو فروغ دینے والی قرار دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ علمائے اسلام نے بھی اسلامی تعلیمات کی حقیقت کو واشگاف کرنے اور مقاصد اسلام کو آشکارا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور چھوٹے بڑے مضامین، رسالے اور کتابیں دنیا کی اکثر زبانوں میں اتنی تیار کیں کہ اب سوائے ضدی اور معاند کے کوئی بھی حقیقت سے ناآشنا نہیں رہ سکتا۔

یہ رسالہ بھی اسی ضروری سلسلے کی ایک کڑی ہے جو ہمارے عزیز مولوی حماد کریمی ندوی نے تیار کی ہے۔ اس میں انھوں نے نہایت اختصار کے ساتھ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت امن وسلامتی کے پیغمبر" کے عنوان سے کچھ حقائق سے پردہ اٹھانے کی ایک اچھی کوشش کی ہے۔ جس سے کم وقت میں امن وسلامتی والے اسلامی مزاج سے اچھی واقفیت ہو سکتی ہے۔

اللہ اس کو مفید بنائے اور لکھنے والے کو مزید بہتر سے بہتر کام کرنے کی توفیق دے۔

فیصل احمد ندوی

مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۳/۸/۱۴۳۴ھ مطابق ۳/۷/۲۰۱۳ء

تمہید

خدانے انسانوں تک اپنی ہدایت کو پہنچانے اوراس کو برت کر دکھانے کے لئے انسانوں ہی میں سے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب کیا، حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ کی طرف سے منتخب کئے گئے۔ حضرت محمد ﷺ پر دین کا اتمام کر دیا گیا اور آپ کو خاتم النبیین بنایا گیا۔ اس سے پہلے جو انبیاء آئے وہ کسی خاص قوم یا علاقے کے لئے تھے لیکن رسول اکرم ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کے لئے اور قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہوئی۔ آپ پر اتاری ہوئی کتاب قرآن مجید بھی اللہ کی آخری کتاب اور زندگی گزارنے کے لئے ایک مکمل ہدایت نامہ ہے، آپ ﷺ نے اپنی تیئس (۲۳) سالہ نبوی زندگی میں اس کتاب کی روشنی میں ایک مکمل اسلامی زندگی گزار کر زندگی کے ہر شعبے اور ہر فرد کے لئے مکمل اور جامع اسوہ چھوڑا ہے، قرآن اللہ کے رسول ﷺ کو بنی نوع انسانیت کے لئے رحمۃ للعالمین قرار دیتا ہے۔ (وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين) پھر آپ کو پوری انسانیت کے لئے قابل تقلید بنا کر پیش کرتے ہوئے آپ کو بہترین نمونہ قرار دیتا ہے: ”لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة “ (سورہ احزاب ۲۱) آپ ﷺ کی حدیث ہے: ”سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقۂ زندگی محمد کا طریقہ ہے“ (مسلم) نبی کریم ﷺ کی زندگی مختلف حیثیتوں سے ہر انسان کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے، آپ کا لایا ہوا دین انسانوں کے خالق و مالک کا عطا کردہ ہے، اس لئے وہی زندگی گزارنے کا سیدھا اور سچا راستہ ہے، لہذا مسائل و مصائب کی ماری اضطراب اور بے چینی میں مبتلا دنیا کو اگر کہیں پناہ

مل سکتی ہے تو وہ صرف محسن انسانیت کے اسوہ ہی میں مل سکتی ہے۔

امن وسلامتی کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ذات نبوی حیات انسانی کے ہر گوشے کے لئے اسوہ اورنمونہ ہے، تو لامحالہ ذات نبوی میں اور آپ کے لائے ہوئے احکام وتعلیمات میں امن وسلامتی سے متعلق بھی احکام ہوں گے، اور آپ ﷺ نے عملی زندگی میں بھی اس کو برتا ہوگا، ذیل میں ''امن اور اسلامی تعلیمات'' کے نام سے ایک مضمون نقل کیا جاتا ہے جو ماہنامہ ''افکار ملی'' میں ستمبر ۲۰۱۰ء کی خصوصی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔

''شریعت میں دو اصطلاحی لفظ ہیں، اسلام اور ایمان، ایک کا مادہ ''سِلْم'' ہے اور دوسرے کا ''اَمْن'' اور ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔یعنی 'امن وسلامتی'۔ اسی طرح مسلمانوں کے تعارف کے لئے بھی دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں: 'مسلم' اور 'مومن' جو پہلے دو لفظوں ہی سے مشتق ہیں، اور ان کے معنی بھی تقریباً وہی ہوتے ہیں، یعنی امن وسلامتی ہی کے دوسرے نام ہیں اسلام اور ایمان، اور اسی طرح جو شخص خود اپنی اور دوسروں کی سلامتی چاہتا ہے وہ مسلمان ہے اور جو خود اپنے لئے اور دوسروں کے لئے امن چاہتا ہے وہ مومن ہے۔ (جس مذہب کی لفظی بنیاد تک امن وسلامتی پر مبنی ہو اور جس کے ماننے والے کو امن وسلامتی کا علمبردار کہا جائے غور کیجئے کہ امن وسلامتی کو اس کی تعلیمات اور احکام میں کتنا دخل ہوگا)۔

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے مسلمان اور مومن کی وضاحت اس طرح فرمائی تھی۔

۱-المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ۔(الہیثمی ج:۳، ص:۲۶۸) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔

۲-المؤمن من أمنه الناس على أموالهم وأنفسهم (حوالہ سابق)

مؤمن وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کا جان و مال امن و عافیت میں رہے۔

پر امن بقائے باہم (Coexistance) کے سلسلے میں قرآن کی ہدایات نہایت صاف اور واضح ہیں۔چند تعلیمات درج ذیل ہیں:۔

١-لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي ۔(البقرۃ:٢٥٦) دین میں کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں۔اب ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

٢- ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم ۔(الأنعام:١٠٨) جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ان کے خداؤں کو برا مت کہو نہیں تو وہ بھی نادانی اور دشمنی میں اللہ کو برا کہیں گے۔

اس سے بڑھ کر پر امن بقائے باہم (Coexistance) کی تعلیمات اور کیا ہو سکتی ہیں، مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوئی زبردستی جائز نہیں۔

٣-أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي أحسن ۔(النحل:١٢٥) اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو بلاؤ انتہائی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ اور ان کے ساتھ بہتر طریقے پر مباحثہ (Dialogue) کرو۔

پہلی دوسری آیت میں دنیا کے تمام انسانوں کو ان مشترک باتوں اور ان مسلّمات کی دعوت دی جا رہی ہے جن کے قبول کرنے میں کسی کو کوئی عار نہیں جب کہ تیسری آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی بات دوسروں کے سامنے نہایت حکمت اور موعظت کے ساتھ رکھیں۔یعنی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ۔

رہی بات دہشت گردی (Terrorism) کی تو یہ از اول تا آخر اسلام کے خلاف ہے۔اس سلسلے میں قرآن میں صاف وضاحت ملتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردی کہیں سے کہیں تک بھی جائز نہیں۔قرآن میں ہے۔

١- من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل

الناس جميعا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا. (المائدة: ۳۲)

جس نے کسی انسان کو بلاوجہ قتل کیا یا دنیا میں فساد پیدا کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کرڈالا، اور جس نے ایک انسان کی زندگی بچالی گویا اس نے پوری انسانیت کی زندگی بچالی۔

۲-ولا تبغ الفساد في الأرض إن اللّٰه لا يحب المفسدين۔ (القصص: ۷۷) اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ کیونکہ اللہ فساد پھیلانے والوں والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

۳- تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا اللّٰه ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً أربابا من دون اللّٰه. (آل عمران: ٦٤) آؤ ہم سب ایک ایسے کلمہ پر اتفاق کرلیں جو ہمارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے بجائے ہم خود آپس ہی میں ایک دوسرے کو معبود نہ بنالیں۔

اس آیت کو ہم صرف دعوتی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اسی لئے ہم سب کو اپنی طرف بلاتے ہیں تاہم اس میں دعوتی نقطۂ نظر کے بعد ایک اور نکتہ بھی پوشیدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم اس کو تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھیں یعنی ابتداء میں تو سب کا دین ایک ہی تھا، سب لوگ ایک ہی نفس کی اولاد ہیں، وہ تو بعد میں لوگوں نے الگ الگ راہیں نکال لیں، تو اس آیت میں وضاحت ہے کہ پہلے تو ہم سب ایک ہی نقطے اور ایک ہی کلمہ پر جمع تھے آؤ پھر اسی کلمے کی طرف لوٹ چلیں، اور اسی نقطے پر جمع ہوجائیں۔ قرآن میں ہے: ''**وما كان الناس إلا أمة واحدة فاختلفوا**'' (یونس:۱۹)

''لوگ ابتداء ہی میں ایک امت تھے بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کیا اور وہ گروہ در گروہ ہوگئے۔

ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ ماں اپنے بیٹے کو اگر چہ وہ باغی اور سرکش ہو اپنی طرف

بلائے اوراس کی آنکھوں میں اس کے لئے محبت اور پیار نہ ہو۔اسی طرح ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ اسلام دوسروں کواپنی طرف بلائے اوراس کی نگاہوں میں ان کے لئے پیار نہ ہو، ہمدردی نہ ہو،اس کے لہجے میں محبت کے جذبات کی گرمی نہ ہواورانسیت واپنائیت کا شائبہ نہ ہو۔

ذرادرج ذیل تعلیمات نبوی پر ایک نظر ڈالئے:۔

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندوں میں نے اپنے اوپر ظلم کوحرام ٹھہرایا ہے،تم بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (مسلم رواہ ابوذ ررضی اللہ عنہ)

۲- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے پہلے لوگوں کے جن معاملات کا فیصلہ فرمائے گا وہ قتل کے معاملات ہوں گے۔ (بخاری ومسلم،رواہ عبداللہ بن مسعود)

۳- تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے،اوراس کواپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جواس کے کنبہ کے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہے۔ (البیھقی فی شعب الایمان: ۴۶/۶ ،رقم الحدیث:۷۴۴۴) (ماہنامہ افکارملی،ستمبر۲۰۱۰ء)

حضور ﷺ کی مختلف زمانوں میں امن کی کوششیں: ایک جائزہ

مذکورہ بالاتعلیمات سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ مذہب اسلام کی تعلیمات کا کتنا بڑا حصہ امن وسلامتی کی تعلیمات اوراس کے متعلق احکامات سے وابستہ ہے۔لیکن اگر صرف احکامات وتعلیمات واصول وضوابط اورقوانین سے متعلق کتابیں ہدایت واتباع کے لئے کافی ہوتیں تو اللہ ہدایت کے لئے نبیوں کونہ بھیجتا،لیکن خلاّقِ علیم انسان کی فطرت سے واقف تھا کہ جب تک عملی نمونہ نہ ہووہ کسی کے سامنے جھکتا نہیں ہے۔اسی بناء پر اگرآپ غورکریں تو بہت سے مذاہب ہیں جن کی کتابوں کی تعلیمات ان کے میدان عمل سے ذرا برابر بھی میل نہیں کھاتی۔مثلاً عیسائیت جن کی تعلیمات میں عفوودرگزر کا بہت اونچا مقام ہے،

لیکن اس مذہب کے متبعین میں بہت کم لوگ اس پر گام زن ہیں، اور یہ چیز اس مذہب کی مقبولیت میں مانع بننے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لیکن چوں کہ دین اسلام ابدی وسرمدی دین ہے۔ لہٰذا اس کے متعدد ولاتعداد امتیازات میں ایک یہ بھی ہے کہ جس طرح اس مذہب میں قانون کے لئے ایک کتاب قرآن ہے جو افضلِ کتب ہے اسی طرح اس کو عملاً ثابت کرنے کے لئے حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کی مکمل زندگی ہے، جو کہ افضلِ خلائق ہیں۔ اور حضور ﷺ کی مکمل زندگی تاریخ وسیرت اور حدیث کی کتابوں میں موجود ومحفوظ ہے، اس سلسلہ میں حضور ﷺ کی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- زمانہ جاہلیت میں امن کی کوششیں۔

۲- مکی زندگی، بعد نبوت کا پرامن ماحول۔

۳- مدنی زندگی اور امن وسلامتی کے چند نمونے۔

۱- زمانہ جاہلیت میں امن کی کوشش

نبوت سے پہلے کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں اس مقصد سے جمع ہوئے کہ سب لوگ مل کر ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کریں اور مظلوم کی مدد کریں، اس معاہدہ کو ''حلف الفضول'' کہتے ہیں آپ ﷺ بھی اس میں شریک ہوئے، آپ کو یہ معاہدہ اس قدر پسند تھا کہ آپ ﷺ نبوت کے بعد بھی فرماتے تھے کہ اگر اب بھی مجھے ایسے معاہدہ کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔ مذکورہ واقعہ اور واقعہ پر بعد نبوت تبصرہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امن وسلامتی کی محبت آپ کے اندر فطری وطبعی طور پر ودیعت کردی گئی تھی۔ جب کہ یہ واقعہ بعدِ نبوت پیش آئے امن وسلامتی کے واقعات کے سامنے عشرعشیر کی بھی حیثیت نہیں رکھتا، اس کے باوجود حضور ﷺ نے اس کی مدح کی۔ (تلخیص ماخوذ از: زادالمعاد۔ سیرت کا پیام وغیرہ)

۲- جب عمر مبارک ۲۵ رسال کی ہوئی تو خانہ کعبہ میں بارش کی وجہ سے شگاف

پڑ جانے کے سبب کعبۃ اللہ کی تعمیر نو انجام پائی۔ اس میں جب حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کا موقع آیا تو مختلف قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہوئی، اور قتل وقتال کا اندیشہ پیدا ہو گیا، ایسے موقع پر مکہ کے ایک بزرگ نے تجویز پیش کی کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں آئے وہ حجر اسود کو اپنی جگہ رکھے، کل سب سے پہلے کعبہ میں آنے والی شخصیت آپ ﷺ کی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، اس کے وسط میں پتھر رکھا، ہر ہر قبیلے سے ایک ایک نمائندہ طلب کیا، اور ان سب سے کہا کہ وہ چادر کے کنارے پکڑ کر حجر اسود کو اس جگہ تک لے جائیں، جہاں اسے نصب کیا جانا ہے پھر جب وہاں پہنچے تو اپنے دست مبارک سے پتھر کو اس کی جگہ نصب فرما دیا، اس طرح ایک بڑے فتنہ کا سد باب ہوا، اور امن کی فضا قائم رہی۔

مکہ کے ماحول کو دیکھ کر یہ کہنا بجا ہوگا کہ اگر حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی شخص ہوتا تو پہلے تو لوگ اسے تسلیم ہی نہ کرتے، وہ تو حضور ﷺ کی ذات تھی جن کی صادقیت وامانت مسلّم تھی، اور اگر تسلیم کر بھی لیتے تو وہ ترکیب جو حضور ﷺ نے اپنائی کہ کسی قبیلہ کو شکایت نہ رہی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا، اس کے ذہن میں نہ آتی، اور کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرتا جو اختلاف کا سبب بن جاتا۔ اگر حضور ﷺ چاہتے تو اپنے قبیلے کے لئے اس شرف کو خاص کر دیتے لیکن امن کی فضا کو باقی رکھنے کے لئے آپ نے ایسا نہ کیا۔

۳- اسی طرح جب حضرت خدیجہؓ نے زید بن حارثہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں دے دیا، جو یمن کے ایک قبیلے کے سردار حارثہ بن شرحبیل کے صاحبزادے تھے، جنھیں ڈاکوؤں نے زبردستی آٹھ سال کی عمر میں اغوا کر کے بیچ دیا تھا، پھر جب ان کے والد و چچا تلاش کرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو حضور نے امن کی بحالی کے لئے جو ترکیب اختیار کی وہ واقعی قابل تقلید ہے، کہ حضور ﷺ نے خود زید بن حارثہ کو اختیار دے دیا کہ جس کو چاہے اختیار کرے، اور انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت کو ترجیح دی، اگر حضور ﷺ والد و چچا کو دینے سے صاف انکار کر دیتے اور اس کا حق بھی تھا تو وہ زمانہ جس میں بات بات پر سالوں

جنگ چلتی، گھوڑے کے پانی پلانے میں سبقت کرنا جنگ کا سبب بن جاتا تو کوئی بعید نہ تھا کہ ان کے والد بھی غصے میں آجاتے وہ بھی سردار قبیلہ تھے اور پھر یہ واقعہ جنگ کا سبب بن جاتا۔

۴۔قبل از نبوت حضورﷺ کی زندگی میں امن کے نمونوں میں ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ جب حضورﷺ ۱۴-۱۵سال کے تھے تو حرب الفجار نامی مشہور جنگ پیش آئی، جس کو آپ نے دیکھا اور ناپسند کیا، چونکہ آپ اس جنگ میں شریک تھے اور چھوٹے تھے اس کے باوجود امن پسند طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے ہتھیار سے بذات خود کسی پر وار کریں، اسی بنا پر کہ چوں کہ خاندانی جنگ تھی اس لئے شریک تو ہوئے لیکن صرف یہ کرتے کہ تیر اٹھا کر چچا کو دیتے رہے خود حملہ نہ کیا، اور بعد میں اس کو بھی ناپسند کیا، اور زندگی بھر سوائے ایک دو واقعہ کے بذات خود کسی پر وار نہ کیا۔

۲۔مکی زندگی۔بعد نبوت کا پرامن ماحول

مذکورہ واقعات زمانہ قبل از نبوت کے تھے جو معاشرتی سطح کے تھے، لیکن جب حضورﷺ کو بعثت ملی تو اس کے بعد بھی آپ کے امن پسندی کے نمونے ظاہر ہوتے رہے بلکہ اس میں اضافہ ہوا، قبل اس کے کہ ان واقعات پر روشنی ڈالی جائے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضورﷺ نے بعد نبوت مکی زندگی میں جو امن کی بقا کی کوشش کی وہ عدیم المثال ہے، اور اس کا سبب یہ نہیں کہ حضورﷺ کچھ نہ کر سکتے تھے اس لئے صبر کر جاتے بلکہ اگر دیکھا جائے تو حضورﷺ منٹوں بلکہ سکنڈوں میں مخالفین کے خلاف کارروائی کر سکتے تھے، دنیوی اعتبار سے بعد نبوت اگرچہ اکثر لوگوں نے حمایت چھوڑ دی تھی لیکن پھر بھی آپ کا قبیلہ آپ کے ساتھ تھا، آپ چاہتے تو مدد کے لئے ان کو آواز دیتے پھر جنگ چھڑ جاتی، اور اخروی اعتبار سے آپ کا تعلق تو آسمانی دنیا سے اور اس عالم و کائنات کے خالق سے تھا اگر آپ چاہتے تو ایک بد دعا میں پوری قوم کو ہلاک کر دیتے، جیسا کہ بعض سابقہ انبیاء کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے، لیکن امن پسند طبیعت نے اس کو گوارا نہیں کیا۔

تو آیئے اس دور کے واقعات پر سرسری نظر کی جائے:

۱-نبوت کے ملنے کے بعد سب سے پہلے جب آپ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو دعوت دی، تو جواب میں ابولہب نے جب کہا کہ غارت ہو جاؤ کیا یہی بات تھی جس کے لئے تم نے ہم سب کو یہاں اکٹھا کر لیا تھا، دعوت کا یہ پہلا قدم تھا جس پر مخالف کے شور و وایلا کرنے پر حضور ﷺ نے مکمل سکوت کیا، اگر اس موقعے پر ایک لفظ بھی کہتے تو پھر معاملہ طول اختیار کر جاتا، اور امن کی فضا مکدر ہو جاتی۔

۲- اسی دعوت عام کی مہم کا دوسرا قدم جو حضور ﷺ نے اٹھایا وہ ہے جب آپ ﷺ نے تمام خاندان عبدالمطلب کو کھانے پر بلوایا، فراغت طعام کے بعد آپ نے اپنے تعاون کی تشکیل کی اور جب حضرت علی نے کھڑے ہو کر اپنے تعاون کا اعلان کیا تو تمام سرداران قہقہہ لگانے لگے، لیکن پھر بھی حضور نے سکوت کیا۔

۳- اسی طرح جب ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے سعد بن ابی وقاص کو ایک مشرک نے زخمی کر دیا جو کہ خون کی سب سے پہلی دھار تھی جو مکہ کی خاک پر خدا کی راہ میں بہی، اس پر بھی کوئی ردعمل نہ کیا گیا۔

۴- پھر جب ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کعبہ میں کھڑے ہو کر اس دعوت کا اعلان کیا تو مشرکین نے آپ کو برا بھلا کہا کسی نے شاعر تو کسی نے کاہن کہا، لیکن حضور ﷺ اپنی دعوت دیتے رہے، اور بذات خود کوئی جواب نہ دیا، بلکہ اللہ تعالی نے معجزانہ انداز میں ان باتوں کی تردید کی۔

۵- نیز حضور ﷺ کو ستانے کے لئے انتشار انگیزی، کٹ حجتیاں، دلائل، استہزاء، غنڈہ گردی ہر ممکنہ صورت کو اختیار کیا گیا، محلّہ کے پڑوسی جو بڑے بڑے سردار تھے آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت شور مچاتے، اوجھڑیاں لا کر ڈالتے، گلا گھونٹتے لیکن ان سب پر صبر کیا۔

۶- یہاں تک کہ مشرکوں نے آپ کو لاچار و مجبور کرنے کے لئے بنو ہاشم کو شعب

ابی طالب میں قید کر دیا گیا اس پر بھی صبر سے کام لیا۔

۷- پھر جب مکہ سے دلبر داشتہ ہو کر طائف گئے، تو وہاں جو برتاؤ کیا گیا اگر آپ چاہتے تو فرشتوں کی پیش کردہ تجویز پر عمل کر کے پورے طائف کے امن کو خاکستر کر دیتے لیکن امن کی بحالی کے لئے ایک لفظ ان کے خلاف نہ کہا۔ (محسن انسانیت ص: ۲۱۰)

۸- اسی طرح امن کی بحالی میں شب ہجرت بھی بہت ہی واضح و بین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے حصار سے حضو صلی اللہ علیہ وسلم کو بحفاظت نکال دیا اگر حضو صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ان کے لئے بددعا کر دیتے یا اپنے خاندان کی دہائی دیتے، پھر جنگ کا سلسلہ شروع ہو جاتا لیکن آپ اور آپ کے صحابہ نے سب کچھ برداشت کیا اور گھر بار وطن دولت سب کو چھوڑنا گوارا کر لیا۔

مکی زندگی (بعد نبوت) کے اس طویل دور میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں حضو صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کی طرف سے کوئی ایسا اقدام کیا گیا ہو جو امن کی فضا کو مکدر کرتا، حالانکہ اخیر زمانہ میں تو حضرت عمر و حضرت حمزہ جیسے صاحب وقار وذی اقتدار حضرات مشرف باسلام ہو چکے تھے جو حضو صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے کے منتظر تھے، لیکن خدا کا حکم تھا اور حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسند طبیعت کہ چاہتے تھے کہ مسئلہ پر امن طریقے سے حل ہو جائے، اور اسی امن کی بحالی کے لئے ہجرت کو ترجیح دی، اس سے زیادہ امن کی مثال اور کون سی ذات اور کون سی جماعت پیش کر سکتی ہے، وہ بھی اس زمانہ میں جو کہ بات بات پر جنگ اور لڑائی کا زمانہ تھا، لیکن اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا تو مقصد میں کامیابی ناممکن تھی۔

مدنی زندگی اور امن وسلامتی کے چند نمونے

یوں تو حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہی امن وسلامتی کے نمونوں سے بھر پور ہے، لیکن مدنی زندگی میں امن وسلامتی کا گوشہ نہایت ہی وسیع ہو گیا، مکی زندگی میں اپنی قوم سے واسطہ تھا تو مدنی زندگی میں آپ کے تعلقات عالمی ہو گئے، مختصر عرصے میں چاروں طرف

سے دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہونے کے باوجود جس طرح امن کو بحال رکھتے ہوئے اپنے مقصد اصلی کو پورا کیا اس پر دنیا حیران ہے، ایک طرف مکہ کے مشرکین تھے دوسری طرف داخلی منافقین، تیسری طرف یہود، چوتھے مخالف نصاری کے بعض قبائل اور پھر آخر میں وقت کی دو طاقتور سلطنتوں کی مخالفت ان سب کے درمیان ایک پرامن نظام کو قائم کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے جو آپ سے پہلے نہ کسی نے انجام دیا اور نہ آپ کے بعد کوئی اس کے بارے میں سوچ سکتا ہے، چونکہ مدنی زندگی نہایت ہی وسیع اور لامحدود ہے اس بنا پر الگ الگ مختلف گوشوں سے جائزہ لینا زیادہ مناسب ہوگا۔

۱-**ذاتی زندگی**: اس سطح پر یہ جان لینا کافی ہوگا کہ آپ کی پوری زندگی اور خاص طور پر مدنی دور میں کسی کو آپ سے یا آپ کو کسی سے ذاتی دشمنی یا عناد نہ تھا، آپ اپنی ذات کے اعتبار سے مجسم رحمت تھے، قرآن میں ہے: "**فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك** "(سورہ آل عمران) یہ چیز امن کے قیام میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔

۲-**خانگی زندگی**: خانگی معاملات میں ازواج مطہرات کے درمیان مساوات، غلاموں سے ملاطفت، بدوؤں کے جاہلانہ رویوں پر عفوودرگذر اور صحابہ کی صحیح تربیت کے ذریعے حضور ﷺ نے جو پرامن فضا قائم کی یہ آپ ہی کا حصہ تھا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں دس سال حضور ﷺ کی خدمت میں رہا کبھی آپ نے اف تک نہ کیا اور نہ کسی کام کے بارے میں کہا کہ یہ تم نے کیوں کیا، اور یہ کیوں نہیں کیا؟ اسی طرح ایک بدو آ کر چادر سے آپ کی گردن کھینچنے لگا تو آپ نے کچھ نہ کہا۔

۳-معاشرتی سطح پر بطور نمونہ صرف اخوت کی اس نادرونایاب مثال کا ذکر کافی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، جب مہاجرین ہجرت کر کے سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آئے تو سب سے بڑا مسئلہ معیشت کا تھا، جس کا حل اللہ کے رسول ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت کے ذریعے نکالا، اگر اس میں تھوڑی بھی تاخیر ہوتی تو یہ چیز بہت سے

مفاسد کے وجود کا ذریعہ بن جاتی، اس سلسلے میں آپ کی وہ حدیث امن کے قیام کی اعلیٰ مثال ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''**لا فضل لعربي علی عجمي ولا لعجمي علی عربي ولا لأسود علی أحمر ولا لأحمر علی أسود إلا بالتقویٰ** ''کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی سے۔ (الحدیث)

قیام امن کے لئے معاشرتی زندگی کا ایک اہم اصول:۔ اسلامی نقطۂ نظر سے معاشرے کے استحکام اور امن کے قیام کا دارومدار اس پر ہے کہ معاشرے کے افراد خیر کے لئے ایک دوسرے کے معاون بنیں، قرآن میں اس اصول کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔'' **تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان** ''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ وزیادتی میں باہم کسی کی مدد نہ کرو۔

۴-ملکی سطح پر مدنی زندگی میں امن کے لئے جو کوششیں حضور ﷺ نے کیں ان میں سب سے بہتر کوشش یہ تھی کہ آپ نے مدینہ آتے ہی وہاں کے یہود سے عہد کیا کہ ہم آپس میں امن وامان کے ساتھ رہیں گے، اگر کوئی خارجی حملہ ہوگا تو ہم سب مل کر اس کا دفاع کریں گے، اسی طرح کا معاہدہ حضور ﷺ نے آس پاس کے دیگر قبائل سے بھی کیا۔

۵-عالمی سطح پر حضور ﷺ نے جو کوشش کی ان میں ایک حضور ﷺ کے وہ خطوط ہیں جو آپ نے دنیا کے مختلف بادشاہوں کو امن کی تعلیمات سے متعلق بھیجے اور ان کو ایک کلمے کی دعوت دی اور امن وسلامتی کی طرف بلایا۔

۶- اس سلسلے میں کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ جب حضور ﷺ کی پوری زندگی امن وسلامتی کی دعوت پر قائم تھی تو پھر غزاوت وسرایا کیونکر وجود میں آئے جس میں قتل ہوا۔ بچے یتیم ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں۔

بظاہر یہ اعتراض صحیح بھی معلوم ہوتا ہے، لیکن جب کہ ایسا شخص کرے جو سیرت سے نابلد اور تاریخ سے لاعلم ہو، اگر دوربین نظروں سے دیکھا جائے، تو جتنے غزوے ہوئے ان سب کی بناء امن وسلامتی پر ہی ہے، آیئے چند غزوات کے پس منظر پر غور کریں تا کہ

حقیقت واشگاف ہوجائے۔

۱- **غزوۂ بدر**: جب مسلمان مدینہ جاکر امن وامان سے رہنے کی کوشش کرنے لگے اور تمام ممکنہ صورتیں اختیار کیں، تو مشرکین مکہ کے دلوں کا سکون چھن گیا اور انھوں نے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کردیا، ایک تو مسلمان معاشی اعتبار سے تنگ تھے جو بھی کچھ قوت ملی ہی تھی کہ ان مشرکین نے پھر انتشار انگیزی شروع کردی، یہاں تک کہ بعض مرتبہ چھوٹے چھوٹے گروہ کی شکل میں مدینہ کے قریب آتے اور حملہ کرکے چلے جاتے، جس سے امن کا ماحول فساد میں بدل رہا تھا، جس کی روک تھام ضروری تھی، اسی دوران میں خبر ملی کہ ایک قافلہ قریش کا مع ساز وسامان کے آنے والا ہے، تو حضور ﷺ نے محض دھمکانے کے لئے اور ان کو متنبہ کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا، جس کا مقصد جنگ ہرگز نہ تھا بلکہ صرف مخبری یا زیادہ سے زیادہ اس کو روکنا ومتنبہ کرنا تھا، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جھڑپ ہوگئی اور ایک آدمی مارا گیا جب یہ خبر مشرکین مکہ کو پہنچی تو باوجود قافلہ کے بچ نکلنے کے وہ واپس نہ گئے بلکہ بدر کے مقام پر جمع ہوگئے، پھر مجبوراً مسلمانوں کو بھی نکلنا پڑا۔ اور یہ غزوہ پیش آیا۔

۲- غزوۂ احد اس میں تو پورا ہاتھ مشرکین کا تھا جو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تھے لیکن حضور ﷺ اور صحابہ نے مشورہ کے بعد شہر سے باہر نکل کر مقابلے کو مناسب سمجھا اور یہ غزوہ پیش آیا۔ اسی جنگ میں حضور کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، لیکن آپ نے صرف اتنا کہا: "**اللّٰھم اھد قومي فإنھم لا یعلمون**"۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، بے شک وہ نہیں جانتے۔

۳- **غزوۂ خندق**: اس میں بھی مشرکین نے خود مدینے کا حصار کیا اور جنگ کی۔

۴- **صلح حدیبیہ**: امن وشانتی کی سب سے واضح مثال صلح حدیبیہ ہے جب مہاجرین کو ہجرت کئے ایک مدت ہوگئی تو ان کے دل میں بار بار یہ خیال پیدا ہوتا کہ اپنے خاندان اپنے بیوی بچوں سے ملاقات کریں، بیت اللہ کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کریں، اسی ارادے سے حضور ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کو لے کر جانب مکہ روانہ

ہوئے، اور مشرکین کو غلط گمان نہ ہو اس لئے اونٹوں کو قلائد لگوائے، ہتھیار بھی کم سے کم لئے، اور سیدھے مکہ نہ گئے بلکہ مقام حدیبیہ پر قیام کیا اور اطلاع کے لئے حضرت عثمان کو بھیجا، پھر جب قریش کی طرف سے سھیل بن عمرو امن کا پیغام لے کر آئے، تو ان کی ہر شرط قبول کی، اور اتنا دب کر صلح کی کہ بعض صحابہ تک اس پر دل برداشتہ ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہم حق پر نہیں؟ لیکن حضور ﷺ نے صلح کو مع کل شرائط قبول کیا، اگر آپ چاہتے تو زبردستی اپنی طاقت کے بل بوتے پر عمرہ کر لیتے، سابقہ جنگوں سے اہل مکہ پر رعب طاری ہو چکا تھا، ان کے بہت سے سردار مارے جا چکے تھے، اور مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی لیکن بغیر ادائیگی عمرہ کے واپس چلے گئے۔

۵-قبائل یہود کا اخراج: جب حضور نے یہودیوں سے معاہدہ کر لیا تو یہودیوں کو چاہیئے تھا کہ وہ اس معاہدہ کا خیال رکھتے اور اس کو پورا کرتے، اور اگر تعاون نہ کرتے تو عداوت کا اظہار بھی نہ کرتے لیکن ان خبیث طینت یہودیوں کی طبیعت کو اسلام کی ترقی دیکھ کر کہاں چین آتا جب بھی موقع ملتا غداری اور نقضِ عہد کرتے جس کی بنا پر ایک ایک کر کے ان کو جلاوطن کر دیا گیا تا کہ مدینہ کی پر امن فضا مسموم نہ ہو، اگر آپ چاہتے تو ان کے ہر قبیلہ کو قتل کرا دیتے البتہ ایک قبیلے کے بالغ مردوں کو قتل کیا اور یہ قتل خود یہودیوں کے قانون کے مطابق تھا، لیکن رحم و کرم کی داد دیجئے کہ معاف کیا پھر سامان لے جانے کی بھی اجازت دی۔

۶-غزوۂ خیبر: جب یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تو ان میں سے بہت سوں نے مقام خیبر میں اپنی بستیاں آباد کیں اور پھر وہاں سے انھوں نے انتشار انگیزیاں اور فساد شروع کر دیا جس کی سرکوبی اور بقائے امن کے لئے ان کی خبر لینا ضروری تھا، اسی لئے اس غزوہ کی ضرورت پیش آئی۔

۷-فتح مکہ: پیچھے گزر چکا ہے کہ صلح حدیبیہ میں حضور ﷺ نے ان کی تمام شرائط کو منظور کر لیا تھا ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کا چاہے ساتھ دے، اس سلسلے میں بنو خزاعہ نے مسلمانوں کا ساتھ دیا، لیکن مشرکین مکہ نے کچھ عرصے میں معاہدہ

کی پامالی کرتے ہوئے بنوخزاعہ کا قتل عام کیا اور نقض عہد کردیا، اس بنا پر مسلمانوں پر ضروری ہوگیا کہ وہ اپنے حلیف کا بدلہ لیں اور ان کی مدد کریں اور اس کی یہی صورت تھی کہ مکہ جاکر مسئلہ کو حل کیا جائے، اسی ضرورت کے پیش نظر یہ واقعہ وجود میں آیا، اور اسی واقعے میں آپ نے "**لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا أنتم الطلقاء**" (آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو) کا مژدہ سنا کر امن کے قیام کی نادر مثال پیش کی۔

یہ تو تھے کچھ غزوات کے پس منظر، اس کے علاوہ اگر غزوات کی اسلامی تعلیمات پر نظر ڈالی جائے تو حضورﷺ نے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا اسی طرح جو اطاعت قبول کرلے اس کو بھی معاف کرنے کا حکم دیا، نیز بدر کی جنگ کے بعد قیدیوں سے حسن سلوک کرکے فتح مکہ کے بعد عام امن وامان کا اعلان کرکے، یہودیوں کی سازشوں کے بعد جلاوطنی پر اکتفا کرکے، خیبر کی فتح کے بعد کاشت کے لئے ان کو زمین دے کر امن وامان اور سلامتی وشانتی کی جو مثالیں قائم کی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ اتنے غزوات کے باوجود دونوں کے مقتولین کی جو تعداد ہے اس سے کہیں زیادہ بڑی تعداد بعد کی امن پسندی کا دعویٰ کرنے والوں کے درمیان ہوئی، جنگوں میں سے ایک جنگ میں مقتول ہوئی، انھی سب مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ حضورﷺ نے محض چند سالوں کے عرصے میں جو کارنامہ انجام دیا ان کے انجام دینے سے پوری کی پوری جماعت ایک لمبے عرصے میں بھی عاجز وبے بس ہے، اس لئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔

تربیت یافتہ صحابہ اور امن عالم

حضور کی بہت ساری خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپﷺ نے اپنے بعد صحابہ کی ایسی جماعت چھوڑی جو ایک عرصے تک سوفیصد تعلیمات نبوی خاص طور پر تعلیمات امن پر گامزن رہی، لہٰذا ضروری ہے کہ اس جماعت کے بعض اہم نمونوں کا ذکر باختصار کردیا جائے، یوں تو ہر صحابی امن کا پیغامبر اور سلامتی کا خوگر تھا، ہر ایک کا ذکر دشوار

ہے لہٰذا چند پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

۱۔**حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ**، جب حضورﷺ کا انتقال پر ملال ہوا تو ہر مسلمان فطری طور پر ایک غم واندوہ کی کیفیت کا شکار ہوگیا، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی یہ کہہ بیٹھے کہ جو یہ کہے کہ محمدؐ کا انتقال ہوگیا اس کا سر قلم کردوں گا، لیکن اتنے بڑے صدمہ سے دوچار ہونے کے باوجود اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے جس جوانمردی کا ثبوت دیا، وہ بھی امن کے قیام کی ایک بیّن مثال ہے، سب سے پہلے آپ نے دلائل سے حضورﷺ کی موت کو ثابت کیا، پھر منصب امامت کو سنبھالا اس کے بعد تجہیز وتکفین کے کام انجام پائے اور یہ حقیقت ہے کہ اس میں ذرا بھی تاخیر ہوئی تو بہت سے مفاسد وجود میں آتے ، پھر اپنی خلافت کے زمانے میں ہر سو امن کو عام کیا، اور عندالوفات حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرکے امن کی راہ کو ہموار کیا۔

۲۔**حضرت عمر رضی اللہ عنہ** نے اپنے زمانۂ خلافت میں نظام امن کے قیام کے لئے بہت سی نئی چیزیں ایجاد کیں، راتوں کو گشت کرتے، ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بات کو غور سے سنتے، اور صحیح ہوتو اس پر عمل کرتے، امن کی بقا کے لئے ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وفات کے وقت آئندہ کون خلیفہ ہوگا اس کو طے نہیں کیا بلکہ چھ رکنی ٹیم تشکیل دی جس میں ان کے فرزند بھی تھے لیکن فرمایا کہ وہ مشورہ میں تو شریک ہوں گے لیکن خلیفہ ان کو نہ بنایا جائے گا اگر چاہتے تو بنادیتے اور وہ اس کے اہل بھی تھے لیکن فساد کا خدشہ تھا، اس کا سدباب کردیا۔

۳۔**حضرت عثمان رضی اللہ عنہ** اپنے سابقہ دو خلیفوں کی راہ پر ہی گامزن تھے، یہاں تک کہ جب فتنہ انگیزیوں کا دور شروع ہوا اور بلوائیوں نے ان سے منصب خلافت سے الگ ہوجانے کا مطالبہ کیا، تو انھوں نے جان دے دی، لیکن ان کا مطالبہ پورا نہ کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر خلافت ان فسادیوں کے ہاتھ جائے گی تو رہا سہا امن بھی غارت ہوجائے گا۔

۴۔**حضرت علی رضی اللہ عنہ** آپ کا دور فتنوں سے بھرپور اور آزمائشوں کا دور تھا، غیر تو غیر اپنے بھی مخالف ہوگئے تھے اور یہ خلافت راشدہ کا آخری دور

تھا جس کی حضور ﷺ نے اپنی حدیث میں پیشین گوئی فرمائی تھی لیکن ان تمام فتنوں کے باوجود حضرت علی نے آخری دم تک خلافت کے کاروبار کو سنبھالے رکھا۔ اور امن وامان کے قیام کی ہر ممکن کوشش کی۔

انھی بزرگوں کی محنت اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج تک وہ حکومتیں جہاں ان کا قائم کردہ نظام باقی ہے زیادہ امن وامان میں ہے، بالمقابل ان حکومتوں کے جن میں ان اصول وقوانین کو نظر انداز کر کے نئے اصول اپنائے گئے، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، اور پھر وہ دور لائے جو امن وامان کا دور کہلائے۔ آمین۔

حضور ﷺ کا قیام امن کے لئے امکانات فساد کا قلع قمع کرنا

جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اقوال وتعلیمات اور اخلاق وکردار کے ذریعے امن کی تعلیم دی، اسی طرح اس نبی رحمت نے ظلم وشقاوت کی دنیا کو امن وسعادت کا گہوارہ بنانے کے لئے دنیا میں بدامنی وخونریزی کے جو اسباب ہو سکتے تھے ایک ایک کر کے ان کو ختم کر دیا۔

۱- **شہنشاہیت**: دنیا میں فتنہ وفساد کا بڑا سرچشمہ شہنشاہیت رہا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ قصر شاہی کی آبادی ورونق کے لئے رعیت کی جھونپڑیاں ہمیشہ اجڑتی رہی ہیں، پیغمبر اسلام نے سب سے پہلے فتنے کی اس جڑ کو صاف کیا، قرآن میں ہے: "**ولا یتخذ بعضنا بعضاً أربابا من دون اللّٰہ**" اور خدا کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا پروردگار قرار نہ دے۔ یہاں تک کہ جب وفدِ بنی عامر نے آپ سے کہا: "**أنت سیدنا**" آپ ہمارے سردار ہیں تو آپ نے جواب دیا: "**السید اللّٰہ تبارك وتعالیٰ**" سردار تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

۲- سرمایہ داری یہ بھی امنِ عالم کے لئے بڑا فتنہ رہی ہے، اسلام نے ہر انسان کو وسائلِ معیشت سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا، لیکن کمانے اور خرچ کرنے کے طریقوں اور شکلوں پر ایسی پابندیاں عائد کر دیں جس سے دولت چند افراد کا سرمایہ بن کر نہ رہ

جائے،قرآن میں ہے:''**کي لا يكون دولة بين الأغنياء منكم** ''اسلام نے ذخیرہ اندوزی،سود،قمار(جوا)وغیرہ کوممنوع قراردے کروراثت،زکوۃ عشروغیرہ،تقسیم دولت کی صورتوں کولازمی قراردیا۔

۳-**وطنیت**: یہ بھی ہمیشہ سے ایک ایسابت رہی ہے،جس پرہزارہا انسانوں کے سروں کے چڑھاوے چڑھتے رہے،اس سلسلے میں حضورﷺ نے فرمایا:''**لا فضل لعربي على عجمي ولا لأحمر على أسود** ''عربی النسل کوعجمی النسل پراور سرخ رنگ والے کوکالے رنگ والے پرکوئی برتری حاصل نہیں۔

۴-**مذہبی منافرت** : اسلام نے پیغام محمدی کےقبول کرنے والے کے لئے تمام پچھلے پیغمبروں اوران کے صحیفوں پرایمان لاناضروری قراردیا،اس اقرار کے بغیر کوئی شخص مسلم تسلیم نہیں کیاجاسکتا۔

۵-**انتقام در انتقام**: یہ چکربھی ہمیشہ دنیامیں خون کےطوفان برپا کرتارہا،خود جزیرۃ العرب بعثت محمدی سے پہلے اس طوفان کی موجوں میں گھراہواتھا، چراگاہوں میں،میلوں میں یاشاعروں کی مجلس میں کسی بات پرجھڑپ ہوجاتی توسیکڑوں تلواریں نیام سے باہرنکل آتی تھیں،اورپھربرسوں اورصدیوں تک ان کی برق افشانی جاری رہتی تھی،انتقام کےاس مجنونانہ جذبے میں مجرم وغیرمجرم اورحق وناحق کاکوئی فرق باقی نہ رہتاتھا،اسلام نے سب سے پہلے اس حقیقت کااعلان کردیاکہ خداکی مخلوق کے درمیان پیداہونے والے جھگڑوں کافیصلہ خداہی کے مقررکردہ قانون کے مطابق اس حکومت کے ذریعے ہوناچاہئے،جواس قانون کے نفاذ کے لئے قائم ہوئی ہے،قرآن میں ہے:''**إن الحكم إلا لله**''حکومت اورفیصلہ کاحق صرف خداہی کوحاصل ہے۔(نقوش رسول نمبر،ج۳،ص:۴۶۴-۴۷۰،مضمون زین العابدین سجادمیرٹھی، بعنوان پیغمبراسلام کاپیغام امن وسلام)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات امن اور دیگر مساعی امن: ایک موازنہ

انسان چاہے کتنا ہی برا کیوں نہ ہو وہ امن وسکون کا طالب ہوتا ہے، یا پھر ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو امن وامان سکون اور شانتی اور سلامتی کے خوگر ہوتے ہیں، اسی بنا پر شروع زمانے سے اللہ تعالیٰ نے بھی ہر زمانے میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے انبیاء کو بھیجا، چوں کہ حضور ﷺ سے پہلے جو انبیاء آئے، ان کا ایک محدود دائرہ مکان وزمان کے اعتبار سے ہوتا اور ان کی تعلیمات اس دائرے سے خارج نہیں ہوتی، اس لئے مختلف زمانوں میں انسانوں میں سے خود بھی بعض مصلح بن کر ابھرے جیسے حضرت عیسیٰؑ کے دور نبوت کے بعد سکھ مذہب، جین مذہب، بدھ مذہب وغیرہ کا وجود ان میں سے ہر ایک کے بانی کا مقصد اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں امن وامان کو قائم کرنا ہی تھا، لیکن بعد کو ان کے متبعین نے ان تعلیمات کو اپنایا نہیں اور انھیں باتوں میں وہ گرفتار ہوگئے جس سے ان کو روکا گیا تھا، اسی طرح حضور ﷺ کے زمانے میں دو نبیوں کی امتیں موجود تھیں ایک حضرت موسیٰ کے ماننے والے یہود تو دوسرے حضرت عیسیٰ کو ماننے والے نصاریٰ۔ لیکن یہ بھی اپنی تعلیمات کو کھو چکے تھے، بجائے امن وامان کے فساد وتخریب کے داعی بن گئے تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے کچھ مذاہب کا وجود بروقت اور برمحل بھی ہوا لیکن اس کو دوام حاصل نہ ہوسکا، اسی طرح حضور ﷺ کی آمد کے بعد بھی حضور ﷺ کی تعلیمات کو صحیح نہ سمجھنے کی بنا پر مختلف زمانے میں امن وسکون کے حصول کے لئے مختلف کوششیں کی گئیں، کبھی جمہوریت کو ہر مرض کی دوا سمجھا گیا، تو کبھی اشتراکیت کا نعرہ لگایا گیا، لیکن ان میں سے کسی کو دوام نہ حاصل ہوسکا، یہودیوں نے اپنے مذہب میں اتنی سختیاں کرلیں کہ جو انسان برداشت نہ کرسکے، عیسائیت میں امن وامان اور عفو ودرگذر پر اتنا زور دیا گیا کہ انصاف وعدل کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا، جین مت وبدھ مت ودیگر مذاہب میں ایک تو مکمل تعلیمات تھی ہی نہیں، اگر تھی بھی تو انسانی فطرت کے مطابق نہ تھی،

کیوں کہ وہ ایک انسان کے تجربات کا نتیجہ تھا، جس میں ہر لمحہ غلطی کا امکان ہے، جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے تو بقول علامہ اقبال: شہنشاہیت کے چہرے پر جمہوریت کی نقاب ڈال دی گئی، ایک مہذب اور ہر طرح سے مکمل دستوری ڈھانچہ ایسا تیار ہوا جس میں مہذب انسان کو فریب اور دھوکہ بازی کے سوا کچھ نہ ملا، ایک دو یا اس سے زیادہ سر برآوردہ طبقات نے تمام طبقات کے حقوق چھین کر اپنی تجوریاں بھر لیں، پہلے نوابوں اور راجاؤں کا دور دورہ تھا، جمہوری نظام میں وزرائے عالی مقام نے وہ پوزیشن سنبھال لی۔

اشتراکیت کا بھرم بھی کھل گیا، ایک خونی ڈرامہ جو ستر سال تک جمہور کے نام پر جمہور کو جانوروں کی سطح پر رکھنے کا چل رہا تھا، وہ ختم ہوا اور پھر اشتراکیت کی تفسیر ہر ملک میں نئی ہے، ایک اشتراکیت جرمن وطن پرستوں کی تھی، جو نازی حکمرانی کے زیرِ سایہ پلی بڑھی اور تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہوگئی، اور یہ بھی معلوم ہو کہ سویت یونین کی اشتراکیت اور نازی اشتراکیت کے درمیان سخت جنگ تھی۔

اس سائنس وٹکنالوجی کے زمانے میں ایجادات کو امن کا ذریعہ سمجھا گیا، اور امن کی بحالی کے لئے اس کا استعمال کیا گیا، لیکن ہم اپنے گردوپیش کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں، ہمیں بھی وہ ایجادات نظر آتے ہیں، مگر اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان ایجادات نے انسان کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جس قدر ان سے نقصانات ہوئے ہیں، فیکس انٹرنیٹ وٹی وی سے صرف خبریں اور کتابیں ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ رذائل کا ایک سیلاب بھی گھر گھر داخل ہوگیا ہے، ہر ملازم پیشہ مقروض ہے، سود کی وبا اس قدر عام ہے کہ کوئی شخص چائے کی ایک پیالی بھی پیتا ہے تو اس میں سود کا تخم موجود ہے۔

اسلام نے زندگی کا پیغام زندگی کے ہر میدان میں دیا ہے، اس کا نظام عقوبت بھی عدل پر قائم ہے، قتل کا بدلہ قتل عادلانہ نظام ہے، کیوں کہ اسی سے قاتلوں کی ہمت شکنی ہوتی ہے، اور دوسروں کو عبرت ہوتی ہے، اس کے برخلاف رومن قانون پر چلنے والی عدالتوں میں ہر جرم کی پرورش ہوتی ہے، کیوں کہ قاتل کو معلوم ہے کہ ضروری نہیں کہ اس کو سزا ملے،

سفارش، رشوت اور وکلاء کی مہارت سے ہزاروں قاتل بچ گئے اور سینکڑوں بے گناہ مارے گئے، چور کی سزا اسلام نے جو مقرر کی ہے اس پر ساری دنیا میں واویلا ہے، اسلامی قانون کو جنگل کا قانون بے رحمی اور شقاوت کا عنوان دیا جاتا ہے، سعودی عرب میں جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں وہاں دس پندرہ برس میں کہیں ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے، اور ایک واقعہ کا نتیجہ ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں اطمینان کی نیند سوتے ہیں، چند سال پہلے تک یہ عالم تھا کہ گھروں میں تالہ لگانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی لیکن ادھر چند سال سے امن وامان کی اس مثالی شکل میں فرق آ گیا ہے، لیکن اس کے باوجود جتنی واردات امریکہ میں ایک روز میں ہوتی ہیں، سعودی عرب میں دس سال میں بھی نہیں ہوتیں۔

طلاق کے مسئلہ کو لیجیے یورپ اور افریقہ میں تو ایک عورت کی حیثیت اس گندے اور میلے تولیہ کی ہے جو کسی تھرڈ کلاس کی ریسٹورنٹ میں واش بیسن کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ہے، ہر کھانے والا اپنے ہاتھ پونچھتا ہے، اسی طرح سفید چمڑی والے یوروپین اور سیاہ چمڑے والے افریقین جب چاہتے ہیں ذرا سی بات پر طلاق دے کر کورٹ میں رجسٹری کرا لیتے ہیں۔

اسلام جو حقیقت پسند دین ہے اور انسان کے خالق کا بتایا ہوا دین ہے وہ اپنی مخلوق کی نفسیاتی کشائش سے واقف ہے اور انسانی زندگی کی اونچ نیچ کو جانتا ہے اس نے طلاق وخلع کو ایک خاص قانون کے اندر کنٹرول میں رکھا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضور ﷺ کے امن کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، کہ اس میں دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی مضمر ہے۔

وماتوفیقی إلا باللّٰہ